تاریخ و سیر

جناب عبد الرشید عراقی

برصغیر پاک و ہند میں
علمِ حدیث اور علمائے اہلحدیث کی مساعی

حضرت الامام السید مولانا عبد الجبار غزنویؒ (م ۱۳۳۱ھ)

۱۲۶۸ھ میں غزنی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بھائی مولانا محمد بن عبد اللہ غزنویؒ (م ۱۲۹۳ھ) اور مولانا احمد بن عبد اللہ غزنویؒ سے حاصل کی۔ اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) سے حدیث کی سند حاصل کی۔ ۲۰ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ سے فارغ ہو گئے۔ بہت ذہین تھے، مطالعہ بہت کرتے تھے۔ فہم و فراست میں حصہ وافر ملا تھا۔ اپنے والد بزرگوار کی طرح اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے اور مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے میں مشغول رہتے[1] آپ بہت بڑے عالم فاضل، جامع معقول و منقول تھے۔ حضرت مولانا سید عبد اللہ صاحب غزنویؒ کے ہجرت کے ساتھی تھے۔

توحید و سنت کی اشاعت میں بہت حصہ لیا اور امرتسر پنجاب میں توحید و سنت کا خوب بول بالا ہوا[2]

۱۳۱۹ھ میں مدرسہ غزنویہ المعروف تقویۃ الاسلام کی بنیاد رکھی۔ اس سے پہلے مدرسہ کا نام نہیں تھا! مگر تدریس جاری تھی! اس پہلے دور میں مولانا محمد حسین بٹالوی

[1] داؤد غزنوی ص ۲۳۴

[2] سیرۃ ثنائی ص ۲۶۸

(م ۱۳۳۸ھ) اور حضرت الامام صاحب مدرس تھے۔ تلامذہ میں جملہ اصحاب غزنویہ ابنائے حضرت عبداللہ صاحب غزنویؒ و ابنائے حضرت الامام غزنویؒ شامل تھے [۱]

درس و تدریس میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ جو بھی آپ کا درس سنتا عش عش کر اٹھتا۔

وفات :

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ جمعۃ المبارک کے دن امرتسر میں وفات پائی۔ [۲]

مولانا عبدالاوّل غزنویؒ (۱۳۱۳ھ)

مولانا عبدالاوّل غزنویؒ مولانا محمد بن عبداللہ غزنویؒ کے فرزندِ ارجمند تھے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ غزنویہ میں جس میں حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) اور حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی (۱۳۳۱ھ) مدرس تھے، حاصل کی۔

امرتسر میں تکمیلِ تعلیم کے بعد دہلی جاکر حضرت شیخ الکل میاں صاحب دہلویؒ سے حدیث پڑھی اور سند و اجازہ حاصل کیا۔ دہلی میں تکمیلِ تعلیم کے بعد امرتسر واپس آئے اور اپنے آبائی مدرسہ غزنویہ میں درس و تدریس کی ابتداء کی۔ جب آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا، یہ دور دورِ ثانی کہلاتا ہے۔ اور اس دور میں حضرت عبداللہ بن عبداللہ غزنویؒ (م ۱۲۶۹ھ) حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) حضرت مولانا عبدالرحیم غزنویؒ (م ۱۳۴۲ھ) مدرس تھے۔ آپ نے بھی ان کے ساتھ درس و تدریس شروع کی۔

تلامذہ میں ابنائے مولانا عبدالرحیم غزنوی، اور ابنائے مولانا عبدالواحد غزنوی اور بہت سے دوسرے حضرات شامل تھے۔ [۳]

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ اشاعتِ حدیث میں بھی گرانقدر علمی خدمات انجام دیں۔

مشکوٰۃ المصابیح اور ریاض الصالحین کا اردو ترجمہ لکھا اور اس کے ساتھ حواشی لکھے یہ دونوں کتابیں مطبوع ہیں۔ [۴]

۱؎ ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات ص ۱۶۲ ۲؎ سیرت ثنائی ص ۳۶۸ ۳؎ ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات ص ۱۶۲ ۴؎ ایضاً ص ۱۶۳

۱۳۱۲ھ میں امرتسر میں وفات پائی۔ اللہم اغفرلہٗ وارحمہ

مولانا عبدالغفور غزنویؒ ۱۳۵۲ھ

مولانا محمد بن عبداللہ غزنویؒ کے لڑکے اور مولانا عبدالاول غزنویؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ غزنویہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد دہلی جا کر حضرت شیخ الکل میاں صاحب مرحوم و مغفور سے حدیث پڑھی اور سند و اجازہ حاصل کیا۔ تکمیلِ تعلیم کے بعد اپنے خاندانی مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور آپ سے بے شمار علمائے کرام نے استفادہ کیا۔

حدیث کی نشر و اشاعت میں گرانقدر علمی خدمات سرانجام دیں۔ قرآنِ مجید کے حواشی لکھے جو حمائل غزنوی کے نام سے شائع ہوئے۔ اس کے علاوہ حدیث کی کئی کتابیں شائع کیں۔ خاص کر اپنے برادرِ بزرگ مولانا عبدالاول غزنویؒ کا ترجمہ مشکوٰۃ اور ریاض الصالحین مترجم شائع کی۔ ۱۳۵۲ھ میں امرتسر میں انتقال کیا۔[1]

لکھوی خاندان:

برِ صغیر پاک و ہند میں لکھوی خاندان نے اسلام کی جو خدمت کی ہے اس سے شاید ہی کوئی پڑھا لکھا آدمی ناواقف ہو! لکھوی خاندان کے بانی حضرت مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں۔ لکھو کے ضلع فیروز پور (مشرقی پنجاب) میں ایک قصبہ ہے جو پنجاب کا اوّلین ادارہ علم و عمل ہے۔

مولانا حافظ محمد لکھویؒ (۱۳۱۱ھ)

مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ بہت بڑے عالم، نیک اور متقی تھے۔ ان کے ہاں اولادِ نرینہ نہ تھی۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی اور عہد کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں لڑکا عطا فرمائے تو وہ اس کو اللہ کی راہ میں وقف کر دیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک لڑکا عطا کیا۔ انہوں نے اس کا نام محی الدین رکھا۔ حضرت حافظ صاحب نے اپنے اس لڑکے کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا۔ جب بڑے ہوئے تو

[1] ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات ص ۱۰۵۔

حضرت حافظ صاحب نے انہیں حضرت عبداللہ صاحب غزنوی کی خدمت میں غزنی بھیجا۔ حضرت عبداللہ صاحب نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ مولانا محی الدین (عبدالرحمان) نے حضرت عبداللہ صاحب سے اکتساب فیض کیا۔

مولانا حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۱۰ھ میں لکھوکے میں مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی! اور اس مدرسہ میں آپ نے خود اور آپ کے صاحبزادگان گرامی مولانا محی الدین عبدالرحمٰن (م ۱۳۱۲ھ) مولانا عبدالقادر (م ۱۳۴۲ھ) مولانا محمد علی اور مولانا عطاء اللہ لکھوی اپنے اپنے وقت میں توحید و سنت کا غلغلہ بلند کرتے رہے اور یہ تمام افراد آفتاب علم و ماہ تاب عمل تھے۔ سینکڑوں افراد نے آپ سے اکتساب فیض کیا اور اس مدرسہ سے فیضیاب ہونے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے!

مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی (م ۱۳۸۲ھ) مولانا حافظ عبداللہ روپڑی امرتسری (م ۱۳۸۴ھ) اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مدظلہ العالی انہی حضرات کے فیض یافتہ ہیں!

مولانا حافظ محمد لکھوی نے تبلیغ و تدریس کے علاوہ قرآن مجید کی تفسیر پنجابی نظم میں بعنوان "تفسیر محمدی" لکھی [1]

مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

"آپ کی تصانیف اور خاندان کی برکت سے کتاب و سنت کی اشاعت کو جو فائدہ پہنچا ہے، وہ پوشیدہ نہیں۔" [2]

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ)

جن کی ذات پر علم کو فخر اور عمل کو ناز تھا۔ تدریس جن کے دم سے زندہ تھی اور اساتذہ جن پر اس قدر نازاں، کہ حضرت شیخ الکل میاں سید محمد نذیر حسین محدث!

---

[1] ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات ص ۱۸۲

[2] تاریخ اہلحدیث ص ۴۲۹

دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) فرمایا کرتے تھے:

"میرے درس میں دو عبداللہ آئے ہیں، ایک عبداللہ غزنوی، دوسرے عبداللہ غازی پوری۔"[1]

۱۲۶۰ھ میں موضع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے[2]۔ والدین غریب اور نادار تھے۔ اس لئے کم سنی میں محنت مزدوری بھی کرتے اور حفظ قرآن بھی۔ ۱۲ برس کی عمر میں قرآنِ مجید حفظ کیا۔ حفظِ قرآن سے فارغ ہو کر ابتدائی کتابیں مولوی محمد قائم مئوی سے پڑھیں! ابھی عربی فارسی کی تعلیم کی ابتداء ہی ہوئی تھی کہ غدر کا ہنگامہ برپا ہوا، جس میں آپ کا قصبہ مئو بھی آ گیا۔ چنانچہ آپ کے والد جناب عبدالرحیم صاحب ترکِ وطن پر مجبور ہو کر آپ کو غازی پور لے آئے۔ جب کچھ سکون حاصل ہوا، تو آپ کو آپ کے والد نے مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور میں داخل کرا دیا۔ جہاں آپ نے مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹیؒ (م ۱۳۲۷ھ) مولانا رحمت اللہ لکھنوی اور مولانا نعمت اللہ بانی مدرسہ سے درسیات کی کتابیں پڑھیں[3]۔ اس کے بعد جون پور تشریف لے گئے۔ اور بقیہ نصاب کی تکمیل مولانا محمد یوسف بن محمد اصغر سے کی۔[4]

فنون سے فراغت کے بعد دہلی کا سفر کیا اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر دورۂ حدیث کیا اور سندِ فراغت حاصل کی۔ ۱۲۹۶ھ میں حجازِ مقدس گئے، اور وہاں علامہ شوکانیؒ کے تلمیذ رشید شیخ معمر عباس بن عبدالرحمٰن بن محمد بن الحسین ابن القاسم الیمنی سے حدیث کی سند حاصل کی۔[5]

حرمین شریفین سے واپسی کے بعد ہندوستان لوٹے اور غازی پور میں سکونت اختیار کی۔ پھر غازی پور میں مدرسہ چشمہ رحمت میں تدریس کا کام سرانجام دینے لگے اور اس درس گاہ کے مدرسِ اعلیٰ کے رتبے پر فائز ہوئے۔

---

[1] تراجم علمائے حدیث ہند ص ۴۵۵

[2] نزہۃ الخواطر میں ۱۲۶۱ھ ہے۔

[3] تذکرہ علمائے اعظم گڑھ ص ۱۹۷۔

[4] تراجم علمائے حدیث ہند ص ۴۵۶۔

[5] داؤد غزنوی ص ۲۴۲

مولانا سید عبدالحی (م ۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں:

"آپ کی برکت سے "چشمہ رحمت" حقیقی معنوں میں فیضان اور رحمت کا سرچشمہ بن گیا جس سے طلبا اپنی تشنگی بجھانے کے لئے دُور دور سے چل کر آتے رہے۔ آپ نے بدعات اور محدثات کے خلاف بڑی قوت سے آواز بلند کیا اور تمام وہ سنتیں جو مدفون اور مستور ہو چکی تھیں، انہیں از سرِ نو زندہ کیا۔ اتباعِ سنت کے جرم کی پاداش میں انہیں ایذائیں دی گئیں۔ حتیٰ کہ انہیں اللہ کی خاطر غازی آباد کو خیر باد کہنا پڑا۔"[1]

۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء کو مولانا محمد ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ) اور مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ) کے اصرار پر مدرسہ محمدیہ آرہ کی قیادت منظور فرمائی۔ یہاں ۲۰ سال تک یہ دولتِ علم لٹاتے رہے۔ مولانا محمد ابراہیم کی رحلت کے بعد آپ کا قیام آرہ میں نہ رہ سکا اور آپ آرہ سے دہلی چلے آئے[2] دہلی میں آپ کا قیام ۸ سال تک رہا۔ اس کے بعد لکھنؤ چلے گئے۔ یہاں بھی آپ کا فیضان جاری رہا اور لکھنؤ میں ہی یہ آفتابِ علم ۲۱ صفر ۱۳۳۷ھ بمطابق ۲۶ نومبر ۱۹۱۸ء کو روپوش ہو گیا۔

مولانا سید عبدالحیؒ (م ۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں:

"وہ سربر آوردہ فقیہہ تھے اور اس قدر تبحرِ علمی کے باوجود اور درس و تدریس میں اس قدر مشغول ہونے کے باوصف نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔"[3]

تلامذہ

آپ علومِ دینیہ کے بہتے ہوئے دریا تھے۔ ایک دنیا آپ سے فیضیاب ہوئی۔ آپ کے حلقۂ درس سے بڑے بڑے اہلِ علم و فضل پیدا ہوئے مثلاً مولانا شاہ عین الحقؒ پھلواروی (م ۱۳۳۳ھ) مولانا محمد سعید بنارسی (م ۱۳۲۲ھ) مولانا حافظ عبدالمنان بقا (م ۱۳۳۷ھ) مولانا عبدالسلام مبارک پوری صاحب سیرۃ البخاری (م ۱۳۴۲ھ) مولانا حافظ عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی (م ۱۳۵۳ھ) مولانا سید محمد داؤدؒ (م ۱۳۹۲ھ)۔ رحمہم اللہ!

---

[1] نزہتہ الخواطر ج ۸ ص ۲۸۷

[2] داؤد غزنوی ص ۲۴۳

[3] نزہتہ الخواطر، ج ۸، ص ۲۸۷

تصانیف

مقدمہ صحیح المسلم کی شرح بزبانِ عربی
(غیر مطبوعہ)!

استدراک

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) نے حضرت حافظ صاحب کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا:

"آہ عبداللہ! میری آنکھوں نے تیرے جیسا کامل عالم نہیں دیکھا، سننے میں تو بہت آئے۔ آہ!

ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ" [۲]

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی (م ۱۳۶۹ھ) لکھتے ہیں:

"آپ جامع العلوم نہیں، بلکہ بحر العلوم تھے۔ جماعتِ اہل حدیث کے مایہ نازعالم، بقیۃ السلف اور حجۃ الخلف تھے، حلیم الطبع، منکسر المزاج، کم گو، کم خوراک، متین، امین، عابد و زاہد، جفاکش اور فنا فی السنۃ تھے۔ بے غرض اور بے نفس ایسے کہ کسی کو ستانا اور برا کہنا تو درکنار، انتقام تک نہ لیتے تھے۔ تہجد اور نماز باجماعت کے تو گویا عاشق تھے۔ تبلیغ کا شوق بھی حد سے زیادہ تھا۔" [۳]

مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی لکھتے ہیں:

"مولانا عبداللہ جملہ علوم میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ علمی تبحر کے ساتھ زہد و تقویٰ کی صفت سے بھی متصف تھے۔ البتہ ترکِ تقلید میں بڑا غلو رکھتے تھے۔" [۴]

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را!

---

[۱] تراجم علمائے حدیث ہند ص ۴۶۳

[۲] اخبار اہلحدیث امرتسر نومبر ۱۹۱۸ء

[۳] سیرۃ ثنائی ص ۲۴۲

[۴] تذکرہ علمائے اعظم گڑھ ص ۱۹۸

گزشتہ ماہ ایک کتاب 'راہِ سعادت' پر تبصرہ شائع ہوا تھا، اس کی قیمت آٹھ روپے ہے۔ قارئینِ کرام نوٹ فرمالیں!